گاؤں میں جمعہ کا شرعی حکم

از

فقیہ العصر حضرت مولانا

مفتی عبدالشکور ترمذی صاحب

نوّر اللہ مرقدہ

فقیہ العصر حضرت مفتی سید عبد الشکور ترمذی قدس سرہ

تحقیق الجمعۃ فی القریٰ

گاؤں میں جمعہ کا شرعی حکم

حرف اول

از قلم: حضرت مولانا مفتی سید عبد القدوس صاحب ترمذی مدظلہم

الحمد للّٰہ وکفٰی وسلام علٰی عبادہ الذین اصطفٰی

امابعد:

دین اسلام میں جمعہ کی نماز کی اہمیت وفرضیت بالکل واضح ہے حق تعالیٰ کا ارشادگرامی ہے یا یھا الذین آمنوا اذا نودی للصلوٰۃ من یوم الجمعۃ فاسعوا الی ذکر اللّٰہ وذروا البیع ،الایۃ (۲۸)۔

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو حکم دیا ہے کہ وہ اذان جمعہ کے بعد خرید وفروخت چھوڑ دیں اور جمعہ کی تیاری شروع کردیں اسی طرح احادیث طیبہ میں بھی جمعہ کی فضیلت واہمیت اور اس کی تاکید اور فرضیت کے باوجود ترک پر سخت وعید موجود ہے لیکن یاد رہے کہ جمعہ کی نماز پانچ وقت کی نماز کی طرح نہ تو ہر شخص پر واجب ہے اور نہ ہی اس کا ہر جگہ ادا کرنا جائز ہے بلکہ اس کے نفس وجوب اور وجوب اداء کیلئے خاص شرطیں ہیں اسی لیے قرآن وحدیث کی

روشنی میں ہر امام نے کچھ نہ کچھ شرط جواز جمعہ کیلئے ضرور لگائی ہے اسی لیے جنگل وبیابان میں جمعہ پڑھنا کسی کے نزدیک بھی جائز نہیں ہے جبکہ شہر میں جمعہ کے جواز پر سب کا اتفاق ہے۔ وجوب جمعہ اور محل اقامت جمعہ سے تعلق ائمہ کرام نے جو شرائط ذکر فرمائی ہیں وہ انکی مذہب کی کتب میں تفصیل کے ساتھ موجود ہیں۔

امام اعظم حضرت ابو حنیفہ اور صاحبین حضرت امام ابو یوسف و امام محمد رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک صحت جمعہ کیلئے مصر شرط ہے ان کے نزدیک چھوٹے قصبہ اور گاؤں، دیہات میں جمعہ جائز نہیں ہے۔ ہاں اگر بڑا گاؤں، بڑا قصبہ ہو یا وہ جگہ فناء مصر ہو تو وہاں جمعہ جائز ہے فقہ حنفی کی معتبر کتاب شامیہ میں امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے بلدہ کبیرہ کی جو تعریف نقل کی گئی ہے وہ یہ ہے:

عن ابی حنیفة انه بلدة كبيرة فيها سكك واسواق ولها رساتيق وفيها وال يقدر على انصاف المظلوم من الظالم بحشمته وعلمه او علم غيره يرجع الناس اليه فيما يقع من الحوادث وهذا هو الاصح (ج۱ص۸۳۵)

اس عبارت سے واضح ہے چھوٹے گاؤں میں جمعہ جائز نہیں ہے۔

ادائیگی جمعہ کے سلسلہ میں مسلمانوں کا یہ نہایت ہی عجیب طرز عمل دیکھنے میں آرہا ہے کہ بہت سے حضرات ایسی جگہ جمعہ پڑھ رہے ہیں جہاں کسی امام کے نزدیک بھی جمعہ جائز نہیں ہے اسی طرح حضرت امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کے

مقلدین حنفی کہلانے والے بھی ایسے گاؤں اور چھوٹے قصبات میں جمعہ پڑھتے ہیں جو عندالاحناف محل اقامت جمعہ نہیں ہے لیکن وہ یہ سمجھ رہے ہیں کہ اس طرح جمعہ پڑھنے سے ظہر کا فرض ہم نے ادا کردیا حالانکہ ایسے مقامات پر جمعہ پڑھنے سے ظہر کی نماز کا فرض ادا نہیں ہوتا بلکہ وہ بدستور ذمہ رہتا ہے اور اس کے ترک کا گناہ بھی ملتا ہے جو ایک عظیم خسارہ ہے۔ عام طور پر یہ صورت حال علم کی کمی اور مسائل سے ناواقفیت کی وجہ سے پیش آرہی ہے اس لیے اس کی ضرورت تھی کہ گاؤں میں جمعہ کی شرعی حیثیت سے مسلمانوں کو آگاہ کیا جائے اور دلائل کی روشنی میں واضح کردیا جائے کہ چھوٹے گاؤں اور دیہات میں جمعہ نہیں ہوتا احقر کے والد ماجد یادگار سلف حضرت اقدس مولانا مفتی عبدالشکور صاحب ترمذی قدس سرہ کو اس ضرورت کا شدید احساس تھا چنانچہ آپ نے اس موضوع پر قلم اٹھایا اور تحقیق الجمعۃ فی القری کے نام سے ایک نفیس اور نہایت عمدہ وجامع مضمون تحریر فرمادیا حضرت اقدس رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس رسالہ میں جہاں اصل موضوع عدم جواز جمعہ فی القریٰ پر سیر حاصل اور نہایت مدلل وپر مغز کلام فرمایا ہے ساتھ ہی، جیل میں نماز جمعہ کا حکم، حکم حاکم سے جمعہ فی القریٰ کا جواز، اسٹیشن کے پلیٹ فارم اور ہسپتال میں نماز جمعہ کا حکم تعدد جمعہ کا مسئلہ، فناء شہر میں جمعہ کا حکم، عیدین کا حکم جیسے اہم مسائل پر بھی آپ نے مدلل بحث فرمائی ہے بطور خاص جیل میں نماز جمعہ کے حکم پر آپ نے جو تحقیق تحریر فرمائی ہے اور اس میں مدلل انداز سے

جس طرح اپنے مؤقف کی وضاحت اور اشکال کا جواب لکھا ہے وہ یقیناً قابل ملاحظہ ہے۔

اس بارہ میں دوسرا مؤقف جیل میں جواز جمعہ کا ہے، جس کے دلائل محقق العصر حضرت علامہ مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہم کے محققانہ مضمون ''جیلوں چھاؤنیوں اور ائرپورٹ پر نماز جمعہ'' میں موجود ہیں۔ آپ کا یہ مقالہ فقہی مقالات جلد۴ میں طبع ہو چکا ہے اہل علم اسے بھی ملاحظہ فرمالیں۔

حضرت والد مکرم رحمۃ اللہ علیہ نے یہ رسالہ ۱۳۹۴ھ میں تحریر فرمایا تھا حضرت اقدس مولانا مفتی جمیل احمد تھانوی قدس سرہ نے اسے سماعت فرماکر اس پر تصدیقی کلمات بھی تحریر فرمادیئے تھے۔ ۱۴۱۷ھ میں نظر ثانی کے وقت اس میں بعض عنوانات کا اضافہ ہوا۔ آپ کی وفات کے بعد مجلّہ ''الحقانیہ'' میں اب پہلی مرتبہ اسے شائع کیا جارہا ہے حق تعالیٰ اسے نافع اور مقبول فرماویں اور حضرت اقدس والد ماجد قدس سرہ کیلئے صدقہ جاریہ بنائیں اور عوام وخواص کو اس سے متمتع ہونے کی توفیق دیں آمین۔

فقط

احقر عبدالقدوس ترمذی غفرلہ ولوالدیہ

خادم جامعہ حقانیہ ساہیوال سرگودھا۔

تصدیق وتائید

ازحضرت اقدس فقیہ ملت مولانا مفتی جمیل احمد صاحب تھانوی قدس اللہ سرہ
سابق مفتی خانقاہ امدادیہ اشرفیہ تھانہ بھون وجامعہ اشرفیہ لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ازاحقر جمیل احمد تھانوی مفتی جامعہ اشرفیہ مسلم ٹاؤن لاہور

اہل حدیث صاحبان کے پروپیگنڈا سے متأثر ہوکر بہت سے احناف بھی دیہات میں جمعہ پڑھنے لگے ہیں، حالانکہ قرآن وحدیث سے راجح وقوی طریقہ سے جو ثابت ہے یہی ہے کہ جیسے جنگلوں اور دریاؤں میں جمعہ نہ فرض ہے نہ ادا ہوتا ہے ایسے ہی چھوٹے گاؤں میں بھی نہ فرض ہے نہ ادا ہوتا ہے بلکہ جمعہ پڑھنا مکروہ تحریمی ہے جیسے کہ فقہائے احناف نے تصریح کی ہے اور ظہر کے فرض کا ترک کرنا حرام ہے قرآن شریف کے لفظ "وذروا البیع" اور "واذا رأوا تجارۃ اولھوا" سے بھی اس طرف اشارہ اور حدیثوں میں تصریحات ملتی ہیں۔

جو فائدے لوگ گھڑ رہے ہیں وہ تقریروں کے ہیں جو خطبہ کے علاوہ ہیں اوران کے جمعہ میں فرض، واجب، سنت، مستحب ہونے کی کوئی نقل نہیں ہے، جمعہ کے جو احکام ہیں وہ وہاں کیلئے ہیں جہاں فرض اور صحیح ہوتا ہے، اس سے لوگوں کو ہر جگہ دھوکہ دے کر گنہگار بنایا جارہا ہے۔

تحقیق الجمعة فی القری (گاؤں میں جمعہ کا شرعی حکم) کا مضمون سنا واقعی مولانا نے بڑا کام کیا کہ مختصر طریق سے دلائل اور شبہات کو جمع کردیا ہے تاکہ لوگ دھوکہ میں آکر ثواب کے نام سے گناہ عظیم نہ سمیٹنے لگیں، گناہ کو ثواب نہ قرار دینے لگیں، اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائیں۔

جمیل احمد ۲۳/ ذیقعدہ ۹۴ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

از حضرت مؤلف قدس سرہ

بعد الحمد و الصّلوٰۃ: حدیث کے مطابق حنفی مسلمانوں کا ہمیشہ سے یہ عمل چلا آ رہا ہے کہ دیہات میں جمعہ ادا نہیں کیا جاتا پھر دیہات میں سے جن لوگوں کو فرصت ملتی ہے قرب وجوار کے شہروں میں آ کر جمعہ میں شرکت کرتے ہیں اور جو لوگ کسی شہر میں نہیں آتے وہ اپنے گاؤں میں نماز ظہر جماعت کے ساتھ ادا کر لیتے ہیں۔

یہی معمول حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک میں صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا تھا کہ دیہات سے جمعہ پڑھنے کیلئے باری باری مدینہ طیبہ میں آیا کرتے تھے اور جو پیچھے رہ جاتے تھے وہ دیہات میں جمعہ ادا نہیں کرتے تھے جیسا کہ بخاری شریف میں ہے تفصیل آگے آ رہی ہے۔

مگر اب بعض حنفی لوگوں نے طرح طرح کے حیلوں سے دیہات میں جمعہ ادا کرنے کا جواز پیدا کرنے کی کوشش شروع کر دی ہے، چنانچہ ہمارے علاقہ کے بعض دیہات میں بھی جمعہ شروع کر کے ایک مسئلہ پیدا کر دیا گیا ہے۔ ان لوگوں کا حیلہ یہ ہے کہ اس زمانہ میں علم دین سے ناواقفیت کی وجہ سے ہر گاؤں میں

جمعہ ہونا چاہئے کیونکہ اس بہانہ سے لوگ جمع ہوکر تقریر سن لیتے ہیں اور دینی مسائل سے واقفیت حاصل کرلیتے ہیں ،غور سے دیکھاجائے تو علم دین سے واقفیت کا حاصل کرنا ہرزمانہ میں ضروری تھا بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانۂ مبارک میں علم دین مکمل طور پر ہرجگہ شائع نہیں ہوسکا تھا مگر اشاعت دین کیلئے گاؤں میں جمعہ کو قائم نہیں کیا گیا بلکہ دیہات سے باری باری جمعہ کے دن مدینہ طیبہ میں حاضری دیا کرتے تھے،جمعہ کے ساتھ مسائل دینی سے بھی واقفیت حاصل ہوجایا کرتی تھی ،اس لئے دین سے عدم واقفیت کی وجہ سے دیہات میں جمعہ کا قائم کرنا درست نہیں ہوسکتا۔

دوسری بات یہ ہے کہ دین سے واقفیت حاصل کرنے کیلئے وعظ وتقریر کی ضرورت ہے صرف عربی خطبہ جمعہ اور نماز جمعہ پڑھنے سے یہ واقفیت حاصل نہیں ہوسکتی ،اس لئے دینی واقفیت اور تبلیغ دین وغیرہ کے جوفوائد بتلائے جاتے ہیں ان کا تعلق وعظ وتقریر کے ساتھ ہے اور وعظ وتقریر کے بعد جمعہ کا ادا کرنا ضروری نہیں ہے۔

اگر وعظ وتقریر کے ذریعہ علم دین کی اشاعت اور عقائد صحیحہ کی تبلیغ ہوتی رہے اوراس کے بعد نماز جمعہ کی بجائے ظہر کی نماز ادا کی جائے تو اس سے بھی اشاعت دین کا مقصد حاصل ہوسکتا ہے، پھر خواہ مخواہ جمعہ ادا کرکے مذہب حنفی کے خلاف کرنے کی کیا ضرورت ہے؟

یہ لوگ کبھی یہ کہتے ہیں کہ ’’جس جگہ ایک دفعہ جمعہ شروع ہوجائے پھر اس کو بند کرنا نہیں چاہئے‘‘ معلوم نہیں یہ مسئلہ ان لوگوں نے کہاں سے سمجھا ہے اور اس کی کیا دلیل وہ پیش کرتے ہیں ؟ اگر اس جگہ میں جہاں جمعہ شروع کیا گیا ہے ادائے جمعہ کی شرطیں نہیں پائی جاتیں تو صرف جمعہ شروع کردینے سے ہی اس جگہ میں ادائے جمعہ کی صلاحیت کیسے پیدا ہوسکتی ہے؟ الغرض بہت سے ایسے مقامات پر جمعہ کی نماز پڑھنے کا اہتمام ہورہا ہے جو شرعاً محل اقامت جمعہ نہیں ہیں۔

زیرنظر مضمون میں شرعی حیثیت سے اس عنوان پر کلام کیا گیا ہے اور ایسے شبہات کا جواب بھی دیا گیا ہے جن سے دیہات میں جمعہ کے جواز پر استدلال کیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کو نافع اور قبول فرماویں، امین۔

فقط

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُلِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اَمَّابَعْدُ:

حمد وصلوٰۃ کے بعد گذارش آنکہ بعض لوگوں کی طرف سے دیہات اور ہر ہر گاؤں میں جمعہ کے فرض ہونے کا اس زور وشور سے پروپیگنڈا کیا جارہا ہے کہ اس سے متاثر ہوکر بعض حنفی مسلمانوں نے بھی اپنے مذہب کے خلاف چھوٹے چھوٹے گاؤں میں جمعہ پڑھنا شروع کردیا ہے اور انہوں نے فقہ حنفی کے دلائل اور علماء احناف کی تحقیقات کو پس پشت ڈال کر ترک تقلید کا راستہ اختیار کرلیا ہے، اس لئے ضروری معلوم ہوا کہ مسئلہ جمعہ کے بارہ میں علماء احناف کی تحقیق کو شائع کردیا جائے اور مختصر طریقہ پر ان شبہات کا بھی ازالہ کردیا جائے جو اس سلسلہ میں کئے جاتے ہیں تاکہ کسی حنفی مسلمان کے دل میں کسی شخص کی وسوسہ اندازی سے تردد اور تذبذب پیدا نہ ہوسکے۔

جمعہ پڑھنا کہاں جائز ہے

علماء احناف کی تحقیق کا خلاصہ یہ ہے کہ چھوٹے گاؤں میں جمعہ نہیں ہوتا صرف شہر اور قصبات اور ایسے بڑے گاؤں جو قصبات کی مانند ہوں محل اقامت جمعہ ہیں۔

قرآن وحدیث رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے طرزِ عمل اور مجتہدین رحمہم اللہ کے اقوال سے یہ تحقیق پایۂ ثبوت کو پہنچ چکی ہے اس کو ملاحظہ کرنے کے بعد ان شاءاللہ تعالیٰ اس مسئلہ میں کسی قسم کا تردد باقی نہیں رہ سکتا۔

جمعہ کب فرض ہوا؟

معتبر حدیثوں سے یہ بات ثابت ہے کہ مکہ معظّمہ میں ہجرت سے پہلے ہی نماز جمعہ فرض ہوچکی تھی اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگرچہ مکہ معظّمہ میں بسبب غلبۂ کفار جمعہ قائم نہیں فرما سکے تھے لیکن اہل مدینہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جمعہ کے قائم کرنے کا حکم فرما دیا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے موافق مدینہ طیبہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کے وقت جمعہ قائم اور جاری تھا، اس بات کو علماء اہل حدیث نے بھی تسلیم کیا ہے: چنانچہ علامہ شوکانی ''نیل الاوطار'' میں فرماتے ہیں: وذلك ان الجمعة فرضت على النبى صلى اللّٰه عليه وسلم وهو بمكة قبل الهجرة كما اخرجه الطبرانى عن ابن عباس فلم يتمكن من اقامتها هنالك من اجل الكفار فلما هاجر من هاجر من اصحابه الى المدينة كتب اليهم يامرهم ان يجمعوا فجمعوا، انتہٰی (نیل الاوطار ج۳ ص۲۴۵)

(ترجمہ) جمعہ ہجرت سے قبل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر فرض ہو چکا تھا جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کفار کی وجہ سے مکہ معظمہ میں جمعہ قائم نہ فرما سکے، جب بعض صحابہ کرام نے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں لکھا کہ وہ جمعہ ادا کریں چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے انہوں نے جمعہ قائم کیا۔

اورنواب صدیق حسن صاحب بھوپالی قنوجی ''عون الباری'' میں نیز علامہ قسطلانی اور علامہ ابن حجر عسقلانی اپنی شرح بخاری میں فرماتے ہیں، تحت قوله فهدانا الله له بان نص لنا عليه ولم يكلنا اى اجتهادنا لاحتمال ان يكون النبى صلى الله عليه وسلم علمه بالوحى وهو بمكة فلم يتمكن من اقامتها بها وفيه حديث ابن عباس عند الدار قطنى ولذلك جمع لهم اول ما قدم المدينة كما حكاه ابن اسحاق وغيره (فتح الباری ج ۲ ص ۴۷۴)

شارحین حدیث کی تصریحات کے علاوہ احادیث صحیحہ سے بھی یہی بات ثابت ہے۔

سنن ابی داؤد شریف میں ہے: عن عبد الرحمن بن كعب بن مالك وكان قائد ابيه بعد ماذهب بصره عن ابيه كعب بن

مـالك رضـی اللّٰہ عـنهـمـاانـه كـان اذاسمع النداء يوم الجمعة

يترحم لاسعدبن زرارة قال فقلت له اذا سمعت النداء ترحمت

لاسـعـدبـن زرارة قال لانه اول من جمع بنا فی هزم البيت من

حـرة بـنـی بيـاضة فـی نقيع يقال له نقيع الخصمات قلت كم

كنتم يومئذقال اربعون (ج ا ص ۱۳۷)

سنن ابن ماجہ میں ہے : كـان اول مـن صلی بناصلوة الجمعة

قبل مقدم النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم من مكة۔

جب یہ بات ثابت ہوگئی کہ جمعہ ہجرت سے پہلے ہی مکہ مکرمہ میں فرض ہو چکا تھا اور مدینہ طیبہ چونکہ شہر تھا اور وہاں مسلمانوں کو جمعہ قائم کرنے کی قدرت بھی حاصل تھی اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ میں ہجرت فرمانے سے بھی پہلے ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد پر وہاں جمعہ قائم تھا۔

قباء میں جمعہ قائم نہ ہونا اس کی دلیل ہے کہ چھوٹے گاؤں میں جمعہ جائز نہیں

مگر بوقت ہجرت سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حسب روایت بخاری شریف قباء میں چودہ روز قیام فرمایا اور ایام اقامت قباء میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دو جمعے پیش آئے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پیر کے روز قباء میں فروکش ہوئے اور پیر کے ہی روز پندرھویں دن مدینہ کو تشریف لے گئے مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم

نے وہاں جمعہ نہیں پڑھا اور نہ اہل قباء کو حکم فرمایا کہ تم پر جمعہ فرض ہے، مدینہ میں جمعہ ہوتا ہے تم نے اب تک جمعہ کیوں قائم نہیں کیا؟۔

اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم مسافر تھے تو اہل قباء تو مقیم تھے وہ تو مسافر نہیں تھے اور پھر مسافر کیلئے بھی جمعہ افضل ہے، باوجود قدرت کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ترک افضل کی کیا وجہ تھی؟ اور اگر گاؤں والوں پر جمعہ فرض ہوتا اور گاؤں محل اقامت جمعہ ہوتا تو پھر بتلایا جائے کہ اہل قباء کے ترک جمعہ کی کیا وجہ تھی؟ جو صاحب بھی گاؤں والوں پر جمعہ کے واجب ہونے کا دعوی کرتے ہیں ان پر اس کا جواب واجب ہے۔

بخاری شریف میں ہے: کان الناس یتناوبون الجمعة من منازلھم والعوالی الحدیث (ج ۱ص ۱۲۳) لوگ اپنے ٹھہرنے کی جگہ اور بستیوں سے باری باری جمعہ پڑھنے آتے تھے۔

اس سے صراحۃً ثابت ہے کہ عوالی (مدینہ کے قریب بستیوں) سے لوگ مدینہ طیبہ میں باری باری آتے تھے کہ ایک جمعہ کو چند آدمی آتے اور باقی اپنے گاؤں میں رہتے اور دوسرے جمعہ کو دوسری جماعت مدینہ میں آتی پہلی جماعت اپنے گاؤں میں رہتی اور جو لوگ اپنے گاؤں میں رہتے تھے وہ وہاں ظہر پڑھتے تھے انہوں نے وہاں کبھی جمعہ ادا نہیں کیا، اس سے واضح ہے کہ چھوٹے چھوٹے گاؤں محل اقامت جمعہ نہیں ہیں اگر گاؤں والوں پر جمعہ فرض ہوتا تو جناب رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان لوگوں کو ان کے گاؤں میں جمعہ قائم کرنے کا ضرور حکم فرماتے، جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ترک جمعہ پر نکیر نہیں فرمائی بلکہ ان کے فعل کو برقرار رکھا تو ان کا یہ فعل تقریری حدیث ہو کر حجت ہو گیا۔

حاصل یہ کہ چھوٹے گاؤں میں نہ تو جمعہ ادا ہوتا ہے کہ وہ محل اقامت جمعہ نہیں ہیں ورنہ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اہل قباء اور عوالی کو اقامت جمعہ کا ضرور حکم فرماتے اور نہ ہی ان کو جمعہ کے ادا کرنے کیلئے شہر میں جانا فرض ہے۔

اور بخاری کی حدیث مذکور میں جو بعض اہل عوالی کا باری باری مدینہ منورہ آ کر جمعہ میں حاضری کا ذکر ہے وہ تحصیل برکات اور زیارت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے تھا، مدینہ منورہ میں جمعہ کیلئے آنا ان پر فرض نہیں تھا ورنہ تمام اہل عوالی پر مدینہ منورہ حاضر ہو کر جمعہ کا ادا کرنا ضروری ہوتا اور وہ اس طرح باری باری حاضر نہ ہوتے۔ علامہ ابن حجر علامہ قرطبی کا رد کرتے ہوئے یہی فرماتے ہیں:

لانہ لو کان واجبا علی اھل العوالی ما تنا وبوا و لکانوا یحضرون جمیعاً، انتھٰی ۔اب جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ جمعہ کے فرض ہونے کیلئے کسی خاص بستی کی ضرورت نہیں ہے بلکہ چھوٹے گاؤں میں بھی جمعہ فرض ہے ان کا یہ کہنا دعویٰ بلا دلیل ہی نہیں بلکہ احادیث صحیحہ اور تعامل صحابہ رضی اللہ عنہم کے بھی خلاف ہے۔

ایک شبہ اور اس کا جواب

مکہ مکرمہ میں جمعہ کے فرض ہونے پر یہ شبہ کیا جاتا ہے کہ آیت جمعہ مدینہ منورہ میں نازل ہوئی ہے، تو اس شبہ کا جواب یہ ہے کہ بہت سے احکام ایسے ہیں کہ حکم پہلے نازل ہوا اس کے بعد اس کے بارہ میں آیت نازل ہوئی، یہ آیت بھی ایسی ہی آیات میں سے ہے کہ اس کا حکم پہلے نازل ہو چکا تھا بعد میں یہ آیت نازل ہوئی ہے۔

علامہ سیوطی رحمہ اللہ نے تفسیر اتقان میں لکھا ہے: النوع الثاني عشر ما تأخر حكمه عن نزوله وما تأخر نزوله عن حكمه الى ان قال ومن امثلته ايضاً اية الجمعة فانها مدنية والجمعة فرضت بمكة۔

قرآن کریم کی بعض آیات ایسی ہیں وہ خود تو بعد میں نازل ہوئیں لیکن ان کا حکم پہلے نازل ہو چکا تھا جیسے آیت جمعہ کہ یہ مدینہ منورہ میں نازل ہوئی جبکہ جمعہ مکہ معظمہ میں فرض ہو چکا تھا۔ اس لئے جن علماء کرام نے یہ فرمایا ہے کہ جمعہ کی فرضیت بعد ہجرت کے مدینہ طیبہ میں اس آیت سے ہوئی ہے اگر ان کی مراد اس سے یہ ہے کہ جس آیت سے جمعہ کا فرض ہونا معلوم ہوتا ہے وہ آیت مدینہ منورہ میں نازل ہوئی ہے تو یہ قول ان کا درست ہے اور جمعہ کے مکہ میں فرض ہونے کا مخالف نہیں ہے۔

دوسرا شبہ اوراس کا جواب

بعض علماء کو حدیث ان اول جمعة جمعت فی الاسلام بعد جمعة جمعت فی مسجد رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم بالمدینة لجمعة جمعت بجواثی قریة من قری البحرین قال عثمان قریة من قری عبد القیس (انتھی) سے گاؤں والوں پر وجوب جمعہ اور گاؤں کا محل اقامت جمعہ ہونے کا شبہ ہوگیا ہے مگر جواثی میں جمعہ ہونے سے گاؤں کے محل اقامت جمعہ ہونے پر استدلال اس لئے درست نہیں کہ جواثی گاؤں نہ تھا بلکہ شہر تھا۔

فی العینی شرح البخاری حکی ابن التین عن الشیخ ابی الحسن انھامدینة بالبحرین بعبدالقیس، قال امرأ القیس ؎

ورحنا کانا من جواثا عشیة تعالی النعاج بین عدل ومھب

یرید کانا من تجار جواثی لکثرة ما معھم من الصید اراد کثرة امتعة تجار جواثی قلت کثرة الامتعة تدل غالباً علی کثرة التجار وکثرة التجار تدل علی ان جواثی مدینة قطعاً لان القریة لایکون فیھا تجار کثیرون غالباً، انتھی۔

اور جواثی کو حدیث میں جو قریہ کہا گیا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ قریہ کا معنی

مطلقاً آبادی کے ہیں، اس کا اطلاق بڑے شہروں پر بھی ہوتا ہے جیسا کہ مکہ اور طائف باوجود ان کے بڑے بڑے شہر ہونے کے قرآن کریم میں ان پر قریہ کا اطلاق فرمایا گیا ہے، قرآن میں ہے: وقالوا لولا نزل ھذا القران علی رجل من القریتین عظیم (پ۲۵)

پھر یہ بات بھی قابل غور ہے کہ اگر ہر گاؤں میں جمعہ فرض ہوتا تو مدینہ منورہ کے بعد صرف جواثی میں ہی سب سے پہلے جمعہ کیوں قائم کیا جاتا؟ جیسا کہ اس حدیث سے معلوم ہورہا ہے، جواثی اور مدینہ منورہ کے درمیان میں بستیاں اور گاؤں تھے یا مدینہ کے دوسرے اطراف وجوانب میں بستیاں آباد تھیں ان میں کیوں جمعہ قائم نہیں کرایا گیا؟ حالانکہ وفد عبدالقیس کا اسلام بہت متأخر اور ان کی مدینہ میں آمد فرضیت حج کے بعد سن ٦ ھ یا سن ٩ھ میں ہوئی تھی اور اس وقت تک مدینہ کے قرب وجوار میں بکثرت مسلمان ہوہی چکے تھے بلکہ دور دراز کے مقامات میں بھی اسلام پھیل چکا تھا، اس لئے یہ بات کسی طرح بھی قرین قیاس نہیں ہے کہ مدینہ منورہ اور بحرین کے درمیان میں اس قدر طویل فاصلہ کے باوجود کوئی بستی مسلمانوں کی تھی ہی نہیں، اس لئے جواثی کا یہ جمعہ مسجد نبوی کے بعد سب سے پہلا جمعہ تھا یہ بھی اس کی دلیل ہے کہ جواثی گاؤں نہیں تھا بلکہ شہر تھا، اس لئے اس حدیث سے گاؤں میں جمعہ فرض ہونے پر استدلال کرنا درست نہیں ہے بلکہ اس کے برخلاف یہ اس کی دلیل ہے کہ ہر

گاؤں محل اقامت جمعہ نہیں ہے ورنہ ہر بستی اور گاؤں میں جمعہ ہوا کرتا صرف جواثی ہی میں کیوں ہوتا؟ اور عربی میں چونکہ شہر پر بھی قریہ کا لفظ بولا جاتا ہے اس لئے اس حدیث میں جواثی پر بھی قریہ کا اطلاق کر دیا گیا ہے۔

آیت کے عموم کی بحث

بعض لوگوں نے آیت جمعہ یایھاالذین امنوا اذا نودی للصلوۃ من یوم الجمعۃ فاسعوا الی ذکر اللّٰہ (الآیۃ) کے عموم سے شہر اور گاؤں کے ہر مسلمان پر جمعہ کا فرض ہونا سمجھ لیا ہے مگر یہ اس لئے درست نہیں کہ پہلے یہ ثابت کیا جا چکا ہے کہ آیت جمعہ کا نزول فرضیت جمعہ کے بعد ہوا ہے اس سے پہلے جمعہ فرض ہو چکا تھا اور جن لوگوں پر جمعہ فرض تھا اور جس جس جگہ فرض تھا یہ سب باتیں نزول آیت سے پہلے ہی معلوم اور مقرر ہو چکی تھیں اور آیت جمعہ کے نازل ہونے سے پہلے ہی جمعہ کے سب قواعد وضوابط طے ہو چکے تھے اس لئے اس آیت جمعہ کے مخاطب ہر جگہ کے مؤمن نہیں ہیں صرف شہر کے وہی معہود مؤمن اس کے مخاطب ہیں جن پر فرضیت جمعہ مقرر ہو چکی تھی۔

جب گاؤں والے پہلے ہی سے اس آیت کے مخاطب نہیں ہیں اور یہ لوگ آیت کے عموم سے خارج ہیں تو پھر اس آیت سے گاؤں والوں پر جمعہ کا فرض ہونا کیسے ثابت کیا جا سکتا ہے؟ یہی وجہ ہے کہ نزول آیت کے بعد بھی ہجرت کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں کسی گاؤں میں جمعہ قائم

نہیں کیا گیا، اگر کسی شخص کو دعویٰ ہو کہ اس زمانہ میں قباء،عوالی وغیرہ کسی گاؤں میں جمعہ ہوتا تھا تو اس کے ذمہ اس کا ثبوت ہے۔

اب اگر گاؤں والوں پر جمعہ فرض تھا اور وہ آیت کے عموم میں شامل تھے تو کیا ترک جمعہ کر کے وہ نص قطعی کے تارک ہو رہے تھے؟ اور کیا نعوذ باللہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان کو اقامت جمعہ کا حکم نہ فرما کر حکم ''بلغ ما انزل الیك من ربك'' کے خلاف کر رہے تھے؟۔

اصل بات وہی ہے کہ گاؤں والے اس آیت کے عموم میں داخل ہی نہیں ہیں، اسی طرح جن احادیث میں عام لفظوں سے وجوب جمعہ کو بیان کیا گیا ہے ان میں بھی وہی لوگ مراد ہیں جن پر جمعہ فرض ہے اور دوسرے سب لوگ خارج ہیں جیسا کہ آیت شریف ان الذین کفروا سواء علیھم ء انذرتھم ام لم تنذرھم لا یؤمنون میں ''الذین '' لفظ موصول عام ہے مگر مراد اس سے وہی معدودے چند کافر ہیں جو سابقہ روز ازل میں کافر مقدر ہو چکے تھے جیسے ابوجہل وغیرہ نہ کل کفار کیونکہ اس آیت کے نزول کے بعد بھی ہزاروں کافر مسلمان ہو کر فوج در فوج اسلام میں داخل ہوتے رہے۔ اگر اس آیت میں اسم موصول سے عموم جنسی مراد لیا جائے گا تو کسی طرح درست نہیں ہوسکتا اس لئے لازماً اس موصول سے عہد خارجی مراد ہوگا اور ظاہر ہے کہ اسم موصول میں بھی لام تعریف کی طرح معنی جنس اور عہد وغیرہ کے ہوتے ہیں (برحاشیۂ کشاف)

اسی طرح آیت جمعہ کا موصول ''الـذیـن'' بھی عہد خارجی کیلئے ہے اوراس سے مراد معہود اور مقرر مسلمان ہیں اس میں گاؤں والے داخل نہیں ہیں جس طرح کہ جنگلوں اور دریاؤں میں رہنے والوں کو یہ عموم شامل نہیں ہے اور جنگلوں اور دریاؤں میں کسی مجتہد کے نزدیک بھی جمعہ ادا نہیں ہوتا اور یہی حال ان تمام احادیث کا ہے جو فرضیت جمعہ کے بارے میں وارد ہوئی ہیں کہ گاؤں والے ان کے حکم میں شامل نہیں ہیں۔

جمعوا حیث ما کنتم کے عموم کا جواب

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ارشاد ''جـمعوا حیث مـا کنتم ''(کہ تم جمعہ ادا کرو جہاں بھی ہو) میں بھی اگر چہ عموم امکنہ مراد ہے مگر اس سے اتنا عموم مراد نہیں جس سے ہر جگہ جمعہ کا فرض ہونا ثابت ہوتا ہو ورنہ تو پھر جنگلوں اور دریاؤں میں بھی جمعہ کا فرض ہونا لازم آئے گا حالانکہ جنگلوں اور دریاؤں کو کسی مجتہد نے بھی اقامت جمعہ کا محل قرار نہیں دیا اور سب نے ان جگہوں کو فرضیت جمعہ سے مستثنٰی کیا ہے ، اب اگر کسی دلیل سے جنگل اور دریا مستثنٰی کر لئے گئے ہیں تو ایسی ہی دلیل سے گاؤں والے بھی مستثنٰی کئے جا سکتے ہیں۔

اگر آیت سے جمعہ کا ہر جگہ فرض ہونا ثابت ہوتا ہوتو پھر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو بحرین میں جمعہ کیلئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے سوال کرنے کی کیا ضرورت پیش آئی تھی؟ کیا ظہر کیلئے کبھی اس طرح کا سوال کیا گیا ہے کہ اس جگہ

پڑھی جائے یا نہیں؟۔

ایک عقلی قاعدہ

عقلی قاعدہ ہے کہ متکلم نے اپنی کلام سے جتنا عموم خود مراد لیا ہو اس کے کلام سے اسی قدر عموم مراد لیا جانا چاہئے ،مراد متکلم سے متجاوز عموم مراد لینا متکلم کی منشأ کے خلاف ہو گا۔

اب جبکہ واقعہ یہ ہے کہ زمانۂ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں کسی چھوٹے گاؤں میں کبھی جمعہ نہیں ہوا تھا اہل قباء اور اہل عوالی مدینہ کا یہ طرز عمل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تقریر سے حجت ہو چکا تھا تو پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ یا کوئی اور صحابی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تعامل کے برخلاف گاؤں میں جمعہ پڑھنے کا حکم کیسے دے سکتے تھے؟ اور ان حضرات کے کلام میں اتنا عموم کیسے مراد ہوسکتا ہے جس تعامل سے زمانۂ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت لازم آتی ہو؟

اس لئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ارشاد جمعوا حیث ما کنتم (جمعہ ادا کرو جہاں بھی ہو) کے عموم میں گاؤں کو شامل کر کے گاؤں میں جمعہ کا حکم ثابت کرنا متکلم کی مراد کے بالکل خلاف ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ آیت جمعہ اسی طرح جن احادیث مرفوعہ یا موقوفہ میں عام لفظ وارد ہوئے ہیں ان سب میں شہر والوں کا عموم مراد ہے گاؤں والے، اسی طرح صحارئی اور بحار والے اس میں داخل نہیں ہیں ۔ اور جس کسی جگہ کو قریہ

کہا گیا ہے اور وہاں جمعہ قائم ہوا ہے تو وہاں قریہ سے مراد آبادی اور بستی ہے
چھوٹا گاؤں مراد نہیں ہے ورنہ تو زمانۂ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے دس سالہ تعامل
اور حدیث تقریری کے ساتھ سخت مخالفت لازم آئے گی۔

اور اگر بپاس خاطر بعض علماء یہ بات تسلیم بھی کر لی جائے کہ جمعہ مکہ مکرمہ
میں فرض نہیں ہوا تھا بلکہ ہجرت کے بعد مدینہ منورہ میں فرض ہوا تھا تب بھی
اطراف مدینہ طیبہ قباء وغیرہ میں جمعہ کا قائم نہ ہونا اور عوالی مدینہ سے جمعہ کیلئے
صحابہ رضی اللہ عنہم کا مدینہ منورہ میں کبھی حاضر ہونا اور کبھی حاضر نہ ہونا اور عوالی میں
جمعہ قائم نہ کرنا احناف کیلئے واضح دلیل ہے کہ گاؤں محل اقامت جمعہ نہیں ہے
اور نہ گاؤں والوں پر جمعہ فرض ہے کہ وہ دوسرے شہر میں جا کر جمعہ ادا کیا کریں۔

لا جمعة ولا تشريق الا في مصر جامع کی تحقیق

(جمعہ اور تکبیر تشریق بڑے شہر میں ہے)

علامہ عینی رحمہ اللہ نے شرح بخاری میں اس کی سند کو صحیح قرار دیا ہے اور
علامہ نووی رحمہ اللہ نے شرح مسلم میں جو اس کی تضعیف کی ہے اس کا یہ جواب دیا
ہے کہ علامہ نووی رحمہ اللہ کو اس کی اس سند پر اطلاع نہیں ہوئی ورنہ وہ ایسا نہ کہتے
(عینی ج۶ ص ۱۸۸)

اس کی صحیح سند یہ ہے: وروى ايضاً بسند صحيح حدثنا جرير

عن منصور عن طلحة عن سعيد بن عبيدة عن ابی عبدالرحمٰن انه قال قال علی رضی اللّٰه تعالی عنه (لاجمعة ولاتشریق الافی مصر جامع)

اصول حدیث کی رو سے صحابی رضی اللہ عنہ کاایسا قول جس میں قیاس کو دخل نہ ہو حکم میں حدیث مرفوع کے ہوتا ہے اس لئے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ ارشاد حکماً مرفوع ہے اس لئے صحت جمعہ کیلئے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مصر (شہر) کوشرط قرار دینا نص شارح علیہ السلام کے بغیر کبھی نہیں ہوسکتا کیونکہ کسی عبادت کی شرط رائے اور قیاس سے ثابت نہیں ہوسکتی، اوراس سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ آیت جمعہ اورا حادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں عموم امکنہ مراد نہیں ہے ورنہ اگر یہ عام اور شہروں اور گاؤں سب کو شامل ہوتا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ ان کو اپنی رائے سے ہرگز مخصوص نہیں کرسکتے تھے۔ظاہر ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں ہمیشہ کے حاضر باش تھے اور وہ ہمیشہ یہی دیکھتے رہے تھے کہ زمانۂ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں کبھی کسی گاؤں میں جمعہ نہیں ہوااور نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے باوجود علم کے کسی گاؤں والے کے ترک جمعہ پر سرزنش فرمائی، پس یہ حدیث تقریری اور نص قطعی حضرت علی رضی اللہ عنہ کومعلوم تھی جس کی بناء پر آپ نے فرضیت جمعہ کیلئے مصر(شہر) ہونے کوشرط قرار دیا ہے۔

تحریر بالا سے واضح ہوگیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ ارشاد سند صحیح کے ساتھ ثابت ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک اس کا مرفوع ہونا اگر بلحاظ سند کے ضعیف بھی ہو تو چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تقریر اور دس سالہ تعامل سے اس کی تائید ہو رہی ہے اس لئے اس کا ضعف منجبر ہوگیا اور بقاعدۂ محدثین یہ اثر علی رضی اللہ عنہ ضعیف نہیں رہا بلکہ حسن ہو کر حجت اور دلیل بننے کے قابل ہوگیا، هذا ما ظهر لى الان بتوفيق الملك المنان ولله الحمد على التمام وصلى الله على سيدنا محمد سيد الانام وعلى اله وصحبه الكرام وتابعيه البررة العظام۔

بنی سالم اور حرۃ البیت میں نماز جمعہ کا پڑھنا

یہ جو بعض روایات میں آیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کے وقت مدینہ منورہ میں جمعہ کے دن تشریف لائے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی سالم میں نماز جمعہ ادا فرمائی تھی اور اس سے بعض علماء نے گاؤں میں جمعہ کا جواز ثابت کرنا چاہا ہے تو اس کے بارہ میں اول تو یہ عرض ہے کہ قباء کے قیام کے متعلق یہ روایت صحیح بخاری کی روایت کے خلاف ہے بخاری شریف میں ہے کہ:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم پیر کے روز قباء میں تشریف لائے چودہ دن وہاں قیام فرمایا (ج اص ۵۶۰)

اس سے واضح ہوتا ہے کہ پیر کے روز ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ

منورہ تشریف لے گئے ہیں تو پھر راستہ میں بنی سالم میں جمعہ پڑھنے کی کیا صورت ہو سکتی ہے؟ اس لئے یہ روایت صحیح نہیں ہے۔ اور اگر کسی طرح یہ ثابت ہو جائے کہ پہلا جمعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی سالم میں پڑھا ہے تو بنو سالم محلّہ مدینہ طیبہ کا تھا اور فناء مدینہ میں واقع تھا جیسا کہ حرۃ البیت بھی فناء مدینہ میں خارج مدینہ واقع تھا اس لئے یہ روایت گاؤں میں جواز جمعہ کی دلیل نہیں بن سکتی اور بمقابلہ ان روایات کے جو اوپر گذر چکی ہیں کچھ معتبر بھی نہیں ہے، اسی طرح حرۃ البیت میں جمعہ ہونے سے گاؤں میں جمعہ کا جواز ثابت نہیں ہوتا کیونکہ وہ بھی فناء مدینہ میں واقع تھا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کا اپنے قصر میں جمعہ پڑھنا

بخاری شریف کے باب من این توتی الجمعة وعلی من تجب میں ہے: وکان انس فی قصره احیانا یجمع واحیانا لایجمع وھوبا لزاویة علی فرسخین (ج ا ص ۱۲۳)

علامہ ابن حجر رحمہ اللہ نے ابن ابی شیبہ کی دوسری روایت انہ کان یشھد الجمعة من الزاویة سے دوسرے احتمال کو راجح قرار دیا ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ جامع مسجد بصرہ میں جمعہ ادا کرنے کیلئے جایا کرتے تھے (فتح الباری ج ۲ ص ۴۸۸) تو اس اثر انس رضی اللہ عنہ کا راجح مطلب یہ ہوا کہ

جمعہ کے ادا کرنے کیلئے حضرت انس رضی اللہ عنہ ہمیشہ جامع مسجد بصرہ میں
جو وہاں سے دو فرسخ تھی تشریف نہیں لے جایا کرتے تھے بلکہ کبھی تشریف لے
جاتے تھے اور کبھی تشریف نہیں لے جاتے تھے اس راجح مطلب پر اس اثر انس
رضی اللہ عنہ سے گاؤں میں جواز جمعہ کا شبہ باقی نہیں رہتا علاوہ اس کے ترجمۃ
الباب کے لفظ من این توتی الجمعۃ سے مطابقت اسی صورت میں
ظاہر ہوتی ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ اپنی جائے سکونت سے کچھ مسافت طے
کر کے نماز جمعہ کیلئے جاتے ہوں جیسا کہ اہل عوالی باری باری جمعہ کیلئے مدینہ طیبہ
میں آیا کرتے تھے، چنانچہ اسی باب کے تحت امام بخاری نے کان الناس ینتدا
وبون الجمعۃ من منازلھم والعوالی کو روایت فرما کر ترجمۂ باب پر
استدلال کیا ہے اور اگر حضرت انس رضی اللہ عنہ بغیر قطع مسافت کے اپنے قصر ہی
میں نماز جمعہ ادا فرما لیتے ہوں جیسا کہ بعض لوگوں کو یہ سمجھ کر گاؤں میں جواز جمعہ کا
شبہ ہو گیا تو پھر باب "من این توتی الجمعۃ" کے ساتھ اس اثر کی مطابقت
ظاہر نہیں ہوتی اس مطلب کی تائید ابوالبختری کی اس روایت سے بھی ہوتی ہے کہ
وہ کہتے ہیں کہ : میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو زاویہ سے جمعہ میں تشریف
لاتے دیکھا (حاشیہ بخاری ج ا ص ۱۲۳)

اس سب سے قطع نظر اس پر بھی غور کرنے کی ضرورت ہے کہ اگر گاؤں
والوں پر جمعہ فرض ہوتا تو پھر اس کا کیا مطلب ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کبھی

جمعہ ادا کرتے اور کبھی نہ کرتے ؟ کیا یہ بات ممکن تھی کہ آپ کبھی فرض کو ترک فرما دیتے ؟اس لئے زیر بحث روایت کا راجح مطلب یہی ہے کہ کبھی آپ جمعہ کیلئے بصرہ تشریف لے جاتے اور کبھی تشریف نہ لے جاتے کیونکہ گاؤں کے رہنے والوں پر کسی شہر میں جا کر جمعہ پڑھنا ضروری نہیں ہے جیسا کہ زمانہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں بھی اہل عوالی کا یہی تعامل رہا ہے کہ وہ نوبت بہ نوبت جمعہ کیلئے مدینہ طیبہ میں آتے تھے ہر شخص ہر جمعہ میں مدینہ طیبہ نہیں آتا تھا اور اسی باب کے نیچے حضرت عطاء کے ارشاد ''اذا کنت فی قریۃ جامعۃ'' میں قریۃ کے ساتھ جامعۃ کی قید کا ہونا بھی اس بات کی تائید کرتا ہے کہ چھوٹے قریہ غیر جامعہ یعنی چھوٹے گاؤں کے رہنے والوں پر جمعہ واجب نہیں ہے ورنہ قریہ کے ساتھ جامعہ کی قید لغو و بے فائدہ ہو جائے گی۔

قریہ جامعہ کی تعریف

حافظ ابن حجر نے اس اثر میں بروایۃ عبدالرزاق عن ابن جریج یہ زیادتی نقل فرمائی ہے کہ:

قلت لعطاء ما القریۃ الجامعۃ قال ذات الجماعۃ والامیر والقاضی والدور المجتمعۃ الاخذ بعضها ببعض مثل جدۃ (فتح الباری ج ۲ ص ۴۸۸)

اس سے قریہ جامع کی وہی تعریف ثابت ہوتی ہے جو احناف کے نزدیک معتبر اور مشہور ہے اور حنفی فقہ کی معتبر اور متداول کتابوں میں مصرح اور موجود ہے۔

حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کے مشہور ''بہشتی زیور'' میں نماز جمعہ کے صحیح ہونے کی ایک شرط یہ لکھی ہے کہ : وہ جگہ مصر یعنی شہر یا قصبہ ہو پس گاؤں یا جنگل میں نماز جمعہ درست نہیں، البتہ جس گاؤں کی آبادی قصبے کے برابر ہو مثلاً تین ۳ چار ۴ ہزار آدمی آباد ہوں وہاں جمعہ درست ہے(بہشتی زیور حصہ ۱۱ص ۷۸)

امداد الاحکام ص ۷۶۴ ج ۱ میں حضرت مولانا ظفر احمد تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اصل یہ ہے کہ گاؤں میں جمعہ صحیح نہیں اور شہر وقصبات میں صحیح ہے قصبہ کی تعریف ہمارے عرف میں یہ ہے کہ جہاں آبادی چار ہزار کے قریب یا اس سے زیادہ ہو اور ایسا بازار ہو جس میں دکانیں چالیس پچاس متصل ہوں اور بازار روزانہ لگتا ہو اور اس بازار میں ضروریات روزمرہ کی ملتی ہوں مثلاً جوتے کی دکان بھی ہو اور کپڑے کی بھی، عطار کی بھی، غلہ کی بھی اور دودھ، گھی کی بھی اور وہاں ڈاکٹر حکیم بھی ہوں، معمار ومستری بھی ہوں وغیرہ اور وہاں ڈاکخانہ بھی ہو اور پولیس کا تھانہ یا چوکی بھی ہو اور اس میں مختلف محلے مختلف ناموں سے موسوم ہوں پس جس بستی میں یہ شرائط موجود ہوں گے وہاں جمعہ صحیح ہو گا ورنہ صحیح نہ ہو گا۔

شامی ج اص ۸۳۵ میں ہے:عن ابی حنیفة انه بلدة کبیرة فیها سکك واسواق ولها رساتیق وفیها وال یقدر علی انصاف المظلوم من الظالم بحشمته وعلمه او علم غیره یرجع الناس الیه فیما یقع من الحوادث وهذا هوالاصح ا ھ۔

احتیاطی ظہر منع ہے

اگر شرائط صحت جمعہ موجود ہیں تب تو ظہر احتیاطی کی ضرورت نہیں اور اگر شرائط صحت موجود نہیں تو جمعہ پڑھنا جائز نہیں ظہر ہی پڑھنا جماعت کے ساتھ واجب ہے اس لیے ظہر احتیاطی سے ہر حال میں منع کیا جائے (امدادالاحکام ج ا ص ۲۳۳)

نماز ظہر ہر جگہ چھوٹے بڑے گاؤں میں ہر بالغ مرد وعورت پر فرض ہے مگر جمعہ کے جائز ہونے کیلئے کچھ شرطیں ہیں ان میں ایک شرط شہر کا ہونا ہے جیسا کہ اوپر لکھا گیا ہے اس لیے جس جگہ کے شہر ہونے کا یقین نہ ہو وہاں جمعہ نہیں پڑھنا چاہیے کیونکہ شک سے کسی چیز کے ثبوت کا حکم نہیں لگایا جا سکتا اور وہاں ظہر کی نماز فرض ہونا یقینی ہے اور جمعہ کے ہونے میں شک ہے تو شک کی صورت میں یقینی فرض ظہر کو چھوڑنا کیسے جائز ہو گا؟ جب تک صحت جمعہ کا یقین نہ ہو جائے اس وقت تک وہاں جمعہ نہ پڑھا جائے،صرف ظہر پڑھنی چاہیے۔اور جمعہ اور ظہر کو جمع

کرنا بھی صحیح نہیں ہے کیونکہ ان دونوں میں سے ظہر اصل اور شرائط کے ساتھ جمعہ
اس کا بدل اور قائمقام ہے اور بدل اور مبدل منہ کو جمع کرنا درست نہیں۔

جیل میں نماز جمعہ کا حکم

نماز جمعہ کے صحیح ہونے کے شرائط میں سے اذنِ عام (عام اجازت)
بھی ہے اور جیل میں اذنِ عام نہیں ہے لہٰذا جمعہ صحیح نہ ہوگا اس کی کافی تحقیق
" التحریر المختار "وغیرہ کے حوالہ سے امداد الاحکام ج ا ص ۶۶۲ میں
ملاحظہ فرمائی جائے۔

شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی قدس سرہ فرماتے ہیں:

حسب قواعد شرعیہ جیل میں اجازت عامہ نہ ہونے کی وجہ سے جمعہ کی
نماز واجب نہیں (مکتوبات شیخ الاسلام ج ا ص ۳۰۸)

مولانا محمد میاں صاحب رحمہ اللہ (سابق شیخ الحدیث وصدر مفتی مدرسہ
امینیہ دہلی) فرماتے ہیں:

جمعہ قائم کرنا اسلامی شعار ہے اس کو اعلان اور شہرت کے ساتھ قائم کرنا
چاہیئے ...... اسی بناء پر جیل خانہ میں بھی جمعہ جائز نہیں (نور الاصباح ترجمہ
نور الایضاح)

نیز ارقام فرماتے ہیں: جیل خانہ میں قیدیوں پر نماز جمعہ واجب
نہیں ہوتی اور اگر پڑھیں تو جیل خانہ میں نماز جمعہ صحیح بھی نہ ہوگی (حاشیہ)

حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

الجواب: جب اذن عام ہے تو درست ہے ورنہ باہر نکل کر میدان میں پڑھ لیں (امداد الفتاویٰ ج ۱ ص ۴۱۱)

ایک اشکال اور اس کا جواب

شامی سے معلوم ہوا ہے کہ اذن عام کی شرط اس جگہ ہے جس جگہ صرف ایک جگہ جمعہ ہوتا ہو جیسا کہ عبارت ذیل سے معلوم ہوتا ہے:

قلت وینبغی ان یکون محل النزاع اذا کانت لاتقام الافی محل واحد اما لو تعددت فلا لانه لا یتحقق التفویت کما افاده التعلیل۔

لیکن اس کے حاشیہ التحریر المختار میں قول مذکور پر لکھتے ہیں:

لا یلزم من انتفاء العلة انتفاء المعلول فالحق ابقاء الکلام علی عمومه وان انتفت هذه العلة التی ذکرها لا حتمال علة اخر من اقتصت العموم علی ان ماتقدم من البدائع من التعلیل یقتضی عموم الحکم وقد قالوا لایلزم من بطلان الدلیل المعین بطلان المدلول (ص ۱۱۲ ج ۱)

نیز بحر الرائق (ص ۱۵۱ ج ۲) میں ہے: فلو امر انسانا یجمع

بهم فی الجامع وهو فی مسجد آخر جاز لاهل الجامع دون اهل المسجد الااذا علم الناس بذالك اهـ

اس سے بھی ظاہراً یہی معلوم ہوا کہ بدون اذن عام کسی حال میں جمعہ صحیح نہیں پس جیل خانہ میں جمعہ نہ پڑھنا چاہیئے (امداد الاحکام ص ٦٦٦ ج ١)

بدائع الصنائع میں ہے: وذکر فی النوادر شرطاً آخر لم یذکره فی ظاهر الروایة وهو اداء الجمعة بطریق الاشتهار حتی ان امیرا لوجمع جیشه فی الحصن واغلق الابواب وصلی بهم الجمعة لا تجزئهم کذا ذکر فی النوادر فانه قال السلطان اذا صلی فی فهندرة والقوم مع امراء السلطان فی المسجد الجامع قال ان فتح باب داره واذن للعامة فالدخول فی فهندرة جاز وتکون الصلوة فی موضعین ولولم یاذن للعامة وصلی مع جیشه لاتجوز صلوة السلطان الخ (ص ٢٦٩ ج ١)

بدائع الصنائع کی عبارت میں وتکون الصلوٰة فی موضعین کی تصریح ہے اور بحرالرائق کی عبارت میں بھی جمعہ کے جائز ہونے کیلئے اذن عام کی شرط کی تصریح ہے اور تعدد جمعہ کے باوجود اذن عام کی شرط لگائی گئی ہے، ان تصریحات کے ہوتے ہوئے علامہ شامی رحمہ اللہ کی یہ توجیہ کیسے صحیح ہوسکتی ہے کہ

دوسری جگہ یا دوسری مسجد میں جمعہ نہ ہوتا ہوتو اذن عام شرط ہے ورنہ شرط نہیں کیونکہ اذن عام کی شرط علی الاطلاق ہے کما حققہ سیدی والدی العلام فی امداد الاحکام ادخلہ اللہ دارالسلام (ج ا) کسی نے بھی یہ قید نہیں لگائی بغیر قید کے سب اذن عام کی شرط لگارہے ہیں اور دوسری جگہ جمعہ ہوتے ہوئے بھی اذن عام کی شرط کی تصریح موجود ہے۔

اب رہا ہے یہ کہ یہ شرط نوادر میں ذکر کی گئی ہے ظاہر الروایہ میں اس کا ذکر نہیں ہے تو اول تو جب ارباب متون اور کتب فتاوی نے اس کو قبول کرلیا اور علماء اعلام اس کے موافق فتاوی دے رہے ہیں تو اب اس کے خلاف فتویٰ کیسے صحیح ہوگا؟ خصوصاً جبکہ اصحاب متون نے بھی اس کو ذکر کیا ہے کما ذکرہ العلامۃ عبد الحی اللکنوی رحمہ اللہ فی عمدۃ الرعایۃ فقال وانما ھو مذکور فی النوادر ومشی علیہ اصحاب المتون۔

اور ظاہر ہے کہ متون ظاہر مذہب کی نقل کیلئے موضوع ہیں الادل علیہ دلیل علی خلافہ پھر علامہ شامی رحمہ اللہ بھی اس شرط کو قبول کرر ہے ہیں وہ اس کو نوادر میں ہونے کی وجہ سے رد نہیں کرر ہے ورنہ عدم تعدد کی صورت میں بھی اس کو قبول نہ کرتے معلوم ہوا کہ وہ اس شرط کو قبول کرتے ہوئے اس میں صرف عدم تعدد کی ایک قید لگارہے ہیں تو اصل شرط اذن عام میں تو وہ بھی سب کے

ساتھ ہیں صرف ایک قید میں ان کا تفرد ہے جس کو صاحب التحریر المختار نے رد کردیا ہے کما مرعن امداد الاحکام۔لہذا یہ قید قابل لحاظ نہیں ہے لانہ بحث منہ فلایعول علیہ فففکر فیہ فانہ من مزلۃ الاقدام ومطارح الاقلام من العلماء الکرام والفقہا العظام۔

وقد زل قلم صاحب"التسہیل الضروری" حفظہ اللّٰہ تعالی حیث قال"لکن یستشکل اداء ھا فی المعسکرات حیث یوذ ن لاھلھا لاقامۃ الجمعۃ مع ان غیر ھم ممنوعون من الدخول فیھا فالاذن العام مفقود ھناك وقدحل ھذا المشکل من متأخری الفقہاء العلامۃ ابن عابدین حیث قال فی آخر البحث"وینبغی ان یکون محل النزاع ما اذا کا نت لاتقام الافی محل واحد الخ۔واعتمد علی قول العلامۃ الشامی رحمہ اللّٰہ الذی مر ذکرہ ولم ینظر الی ما قال صاحب التحریر المختار علی قولہ المذکور ولاالی قول البدائع والبحر الرائق المذکور والالم یقل ما قال ولم یعتمد علی ما اعتمد علیہ وما قال ینبغی ان یفتی بصحۃ اداء جمعھم لما ان الاذن العام لم

يذكر في ظاهر الرواية ولان الصلوة تنعقد في البلاد في موضع متعددة (التسهيل الضروري ص۹۲)

وبما ذكرنا لا ينحل الاشكال لان الاذن العام لايشترط له عدم التعدد بل هو شرط على الاطلاق كما مر تفصيلة، فليحفظ وعدم ذكره في ظاهر الرواية لا يقتضي الاقتداء بصحة الجمعة في المعسكرات۔

حکم حاکم سے جمعہ فی القریٰ کا جواز

حکم حاکم چونکہ رافع اختلاف ہوتا ہےاس لیےایسی جگہ حکم حاکم سے جمعہ جائز ہو جاتا ہےجس جگہ ائمہ اربعہ میں سے کسی امام کے نزدیک جمعہ کی شرائط پائی جاتی ہوں، کیونکہ گاؤں میں جواز جمعہ کی بناء یہ ہے کہ مجتہد فیہ مواضع میں حکم حاکم رافع اختلاف ہےاس سے معلوم ہوا کہ جس گاؤں میں کسی امام مجتہد کے نزدیک بھی جمعہ جائز نہ ہو اور کسی کی شرطیں بھی پوری نہ ہوتی ہوں تو وہاں اذنِ حاکم سے بھی جمعہ صحیح نہ ہوگا۔قال العلامة ابن عابدين رحمه الله ان الحكم بصحةالجمعة مبنى على كون ذالك الموضع محلا لاقامتهافيه (ج اص۷۴۹)

مگر شرط یہ ہے کہ حاکم نے اپنے مذہب کے مطابق حکم دیا ہو مثلاً شافعی

مذہب حاکم نے گاؤں میں جمعہ کا حکم دیا ہو اور سلطان نے اس کو اس سے منع نہ کیا
ہو تو حنفی مذہب والوں کا بھی وہاں جمعہ صحیح ہو جائے گا اور مذہب شافعیہ کی تمام
شرطوں کی رعایت کرنا لازم ہو گا ورنہ کسی کے نزدیک بھی جمعہ صحیح نہ ہو گا اور ظہر
کا فرض ذمہ ہو گا لیکن حاکم کی وفات یا معزولی یا تبدیلی کے بعد عدم صحت کا حکم عود
کر آئیگا، ان امر الخلیفۃ لا یبقی بعد موتہ او عزلہ (شامی ج۱)

حاکم مقلد کا حکم تو مذہب کے خلاف بالاتفاق نافذ نہیں ہوتا اور حاکم مجتہد
کا حکم بخلاف مذہب کے عدم جواز پر تو اتفاق ہے مگر نفاذ میں اختلاف ہے اور مفتی
بہ عدم نفاذ ہے۔

قال فی شرح التنویر وان الخلاف خاص بالقاضی
المجتهد واما المقلد فلا ینفذ قضائه بخلاف مذهبه
اصلاً......وفی الشامیة ان الفتوىٰ علی قولهما بعدم النفاذ فی
العمد والنسیان۔

خلاصہ یہ ہے کہ حکم حاکم بخلاف مذہب نافذ نہیں ہوتا اس لیے اقامت
جمعہ فی القریٰ کیلئے ایسے حاکم کا حکم ہونا ضروری ہے جس کے مذہب میں جمعہ کا
جواز ہو، حنفی حاکم کا حکم صحیح نہیں اور خیال رہے کہ صرف اذن حاکم کافی نہیں ہے
بلکہ حکم کا ہونا ضروری ہے اور وہ اس کی حدود ولایت میں ہی محدود اور نافذ ہو گا۔

اسٹیشن کے پلیٹ فارم اور ہسپتال میں نماز جمعہ کا حکم

جب اذن عام نہ ہونیکی وجہ سے جیل میں جمعہ صحیح نہیں ہے تو اسٹیشن کے پلیٹ فارم پر بھی جمعہ صحیح نہ ہوگا اگر چہ وہ شہر کے اندر داخل ہو یا فناء شہر میں ہو کیونکہ اس میں بھی بغیر اجازت داخل ہونیکی اجازت اور اذن عام کی شرط نہیں پائی جاتی اور قواعد سے یہی حکم ہسپتال میں جمعہ کا معلوم ہو رہا ہے کیونکہ اس میں بھی اذن عام نہیں ہوتا اس لئے اس میں جمعہ صحیح نہیں ہے اسی طرح بحری جہاز جب تک (مثلاً) بمبئی گودی میں کھڑا رہے اس وقت تک بمبئی والے پوری نماز ادا کریں یہ لوگ ابھی اپنے وطن کی حد میں ہیں جسکی بناء پر مقیم ہیں مسافر نہیں البتہ ان پر جمعہ کی نماز نہیں کہ جمعہ کے لئے اذن عام ضروری ہے جب جہاز والے شہر میں نہیں جا سکتے اور شہر والے جہاز میں نہیں آ سکتے تو اذن عام کی شرط مفقود ہے۔ (فتاوی رحیمیہ ج ۴ ص ۵۹)

بحر اور جنگل میں جمعہ جائز نہیں ان کے محل اقامت جمعہ نہ ہونے پر اجماع ہے جمعہ کے لئے بستی کا ہونا سب کے نزدیک ضروری ہے جنگل اور دریا میں کسی کے نزدیک بھی جمعہ جائز نہیں ہے عرفات میں اسی لئے جمعہ صحیح نہیں کہ وہ جنگل ہے بستی اور آبادی کا ہونا سب کے نزدیک شرط ہے البتہ حنفیوں کے نزدیک شہر کا بڑا ہونا بھی ضروری ہے۔

ہوائی جہاز اگر فناء شہر میں کھڑا ہے تو بھی اس میں جمعہ صحیح نہیں ہے کیونکہ وہاں جانے کی ہر شخص کو اجازت نہیں اور پرواز کے دوران تو صحیح نہ ہونا بالکل ظاہر

ہے کہ اس کی پرواز بر میں ہے یا بحر میں اور یہ دونوں جگہ کسی کے نزدیک بھی محل اقامت جمعہ نہیں ہیں، یہی حکم جنگل میں ریل اور موٹر کار کا بھی ہے کہ جنگل میں جمعہ صحیح نہیں ہے اور پلیٹ فارم پر جانیکی عام اجازت نہیں ہے، البتہ اگر موٹر شہر یا فناءِ شہر میں ہو تو وہاں جمعہ جائز ہے اسی طرح موٹروں کے اڈے اگر شہر یا فناءِ شہر میں ہو تو جمعہ جائز اور صحیح ہے کیونکہ وہاں اذن عام ہے کسی کے داخلہ پر پابندی نہیں ہے البتہ اس میں شبہ ہے کہ صرف موٹر کے اڈے یا ریل، ہوائی جہاز کے اسٹیشن ہونے سے ہی وہ جگہ فناءِ مصر میں داخل ہو جاتی ہے کیونکہ ان سے سفر کی ضرورت متعلق ہے سکونت کی کوئی ضرورت متعلق نہیں ہے اور فناءِ مصر وہ ہے جس سے اہل شہر کی سکونت کی ضرورت کا تعلق ہو۔

تعدد جمعہ کا مسئلہ

جس شہر میں جمعہ کے صحیح ہونے کی شرطیں پائی جاتی ہوں اس میں کئی جگہ بھی جمعہ جائز ہے جیسا کہ کنز الدقائق میں ہے۔

اور درمختار میں ہے: وتؤدی فی مصر واحد بمواضع کثیرة مطلقا علی المذھب وعلیہ الفتوی ، یعنی مذہب حنفی کے مطابق ایک شہر میں مختلف جگہوں پر جمعہ ادا کیا جا سکتا ہے اور اسی پر فتوی ہے۔ مگر بغیر ضرورت محلّہ در محلّہ جمعہ پڑھنے میں شرعی مصلحت اور مقصد فوت ہو جاتا ہے اور اسلامی شان وشوکت ختم ہو جاتی ہے نماز جمعہ کو جامعۃ الجماعات کہا جاتا ہے جس کا

مطلب یہی ہے کہ محلّہ کی مسجدوں کی جماعتیں بند کر کے ان سب کی جماعت یکجا جامع مسجد میں ہوا کرے اس لئے ہر ہر محلّہ کی مسجدوں میں نماز جمعہ ادا کرنا شریعت کی مصلحت اور شوکت اسلام کے خلاف ہے البتہ اگر نمازی زیادہ ہوں اور جامع مسجد میں گنجائش نہ ہو یا جامع مسجد بہت دور ہو وہاں پہونچنے میں دقت ودشواری ہو تو ضرورت کے موافق دوسری مسجد میں بھی جمعہ کا انتظام کیا جا سکتا ہے جو لوگ محض عناد وضد کی وجہ سے بے ضرورت دوسری مسجد میں جمعہ قائم کریں گے وہ گنہگار ہوں گے اور دوسرے لوگوں کو گناہ تو نہ ہوگا کیونکہ ان کی نیت میں ضد وعناد نہیں ہے مگر پہلی مسجد کے برابر ثواب نہ ملے گا۔ البتہ ایک مسجد میں تعدد جمعہ جائز نہیں پہلی جماعت کی نماز صحیح ہوگی دوسری جماعت کی صحیح نہ ہوگیا۔ (امداد الاحکام ج ۱ ص ۶۶۰)

فناء شہر میں جمعہ کا حکم

قال فی الدر او فناء ہ بکسر الفاء وھو ما حولہ اتصل بہ اولا حررہ ابن الکمال وغیرہ لا جل مصالحہ کدفن الموتٰی ورکض الخیل والمختار للفتوی تقدیر لفرسخ اھ۔

یعنی فناء وہ ہے جو آبادی یعنی سکونت کی ضروریات سے ہو کیونکہ کچھ ضروریات اہل بلد کی بلد میں پوری نہیں ہو سکتیں وسعت نہ ہونے کی وجہ سے اس لئے آبادی سے باہر ان ضروریات کے لئے جگہ مقرر کی جاتی ہے اور اس جگہ کو ایک

قسم کی آبادی سمجھا جاتا ہے لہٰذا وہ ملحق بالبلد ہو کر اقامت جمعہ کا محل ہو جاتی ہے پس ضروریات سے خاص وہ ضروریات مراد ہیں جو متعلق بالسکنی ہوں سب ضروریات مراد نہیں ورنہ تمام کھیت باغات اور لکڑیوں کے جنگل وغیرہ کا فناء میں داخل ہونا لازم آتا ہے ولا قائل بہ (امداد الاحکام ج اص ۶۹۵)

فناء کی تعریف مذکورہ سے ثابت ہوتا ہے کہ اسٹیشن اور لاری اڈہ اگر چہ ضروریات میں سے ہے مگر وہ سکونت کی ضروریات میں سے نہیں ہے اس لئے اس میں جمعہ جائز نہیں کیونکہ وہ ضروریات سکونت اور قرار فی البلد کے لئے نہیں بلکہ ترک سکونت اور فرار عن البلد کیلئے ہے اس لئے اسٹیشن فناء میں داخل ہو کر محل اقامت جمعہ نہیں ہے نیز اس میں اذن عام کی شرط بھی نہیں پائی جاتی اب اگر اسٹیشن کسی اور وجہ سے فناء شہر یا شہر میں داخل ہو تو پھر بھی اذن عام کی شرط مفقود ہونے کی وجہ سے وہاں جمعہ جائز نہیں ہے البتہ لاری اڈا پر جمعہ جائز ہے اگر وہ شہر یا فناء شہر میں ہو کیونکہ وہاں اذن عام پایا جاتا ہے۔

عیدین کا حکم

عیدین کا بھی وہی حکم ہے جو جمعہ کا ہے یعنی جس جگہ شہر و قصبات میں شرعاً جمعہ فرض ہے اسی جگہ عیدین بھی واجب ہوتی ہیں اور جس گاؤں میں جمعہ فرض نہیں وہاں عیدین بھی نہیں ہوتیں بعض لوگوں کو مغالطہ ہو رہا ہے کہ عیدین کو شکرانہ کے نفل سمجھ کر ایسے گاؤں میں بھی ادا کر لیتے ہیں جس جگہ شرعاً جمعہ جائز نہیں

ہے حالانکہ ایسے گاؤں میں عیدین کی نماز بھی ناجائز ہے اس لئے کہ عیدین کیلئے بھی شہر یا اس کی فناء کا ہونا شرط ہے جیسا کہ درمختار میں اس کی تصریح کی گئی ہے:

وفی القنیة صلوة العید فی القریة تکره تحریما ای لا نه اشتغال بمالا یصح لان المصر شرط الصحة۔

وفی الشامیة ومثله الجمعة (قوله بمالایصح)ای علی انه عید والا فهو نفل مکروه لا دائه بالجماعة (شامی ج۱ص۷۷۵)

مسجد میں عیدین کی نماز کا حکم

نماز عیدین کا عید گاہ میں پڑھنا سنت ہے بلا وجہ شرعی اس سنت کا چھوڑنا برا ہے پھر جو لوگ اپنی ضد نفسانیت سے عید گاہ میں نہ جائیں اور شہر ہی میں نماز عید پڑھ لیں وہ گناہگار اور تارک سنت ہوں گے اور بنسبت عید گاہ کے ثواب بھی کم ہو گا اور جو لوگ خالی الذہن ہو کر کسی عذر کی وجہ سے شہر میں پڑھیں وہ گناہگار نہیں ہوں گے اور ثواب بھی کم نہ ہو گا اور بغیر عذر شہر میں پڑھیں گے تو ثواب کم ہو گا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عذر کے بغیر ہمیشہ عیدین کی نماز شہر سے باہر جنگل میں ادا فرمائی ہے۔

ایک جگہ (عید گاہ یا غیر عید گاہ) میں دوبارہ عید کی نماز پڑھنی درست نہیں

البتہ اگر ضرورت ہوتو دوسری جگہ جائز ہے جیسا کہ جمعہ کے مسئلہ میں تفصیل سے لکھا گیا ہے ہاں اگر نماز میں فساد کی صورت پیدا ہوگئی ہوتو دوبارہ اسی جگہ نماز لوٹانا درست ہے۔

تفصیلی احکام رسالہ ''بارہ مہینوں کے احکام'' اور دوسرے رسائل میں ملاحظہ کیے جائیں، زیرِ نظر رسالہ کا اصل مقصود محل اقامت جمعہ کو بتلانا ہے دیہاتوں اور گاؤں میں جو جمعے قائم ہیں وہ حنفی مذہب کے خلاف ہیں، یہی حکم عیدین کا ہے۔ اللہ تعالیٰ اصلاح کرنے کی توفیق عطا فرمائیں آمین۔ ان ارید الا الاصلاح مااستطعت وما توفیقی الاباللّٰہ علیہ توکلت والیہ انیب۔

عرصہ سے یہ رسالہ لکھا ہوا تھا اس وقت اس پر حضرت مولانا مفتی جمیل احمد تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ مفتی جامعہ اشرفیہ لاہور کی تصدیق بھی حاصل کی تھی جو نفس مسئلہ کے متعلق ہے وہ رسالہ ھذا کے شروع میں تبرکاً نقل کردی ہے۔ اب نظر ثانی کا موقع ملا تو بعض تشریحات اور اعتراضات کے جوابات کا اضافہ ہوگیا، والحمد للّٰہ علی ذالک۔

سید عبدالشکور ترمذی عفی عنہ

جامعہ حقانیہ ساہیوال ضلع سرگودھا

۸/ذوالحجہ ۱۴۱۷ھ